

۲۲ ربیع الاوّل ۱۴۴۶ھ / 27 ستمبر 2024ء

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا

طرزِ محبّتِ رسول

صلّی اللہ علیہ والہٖ وسلّم

(تیسرا حصہ)

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان مرکزی دفتر جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

042-37374429 0315-7374429 munpk7374429@gmail.com

Join our channel | Follow our Account | Jamia Nizamia Rizvia Like our Page | Jamia Nizamia Rizvia Like our Page | Jamia Nizamia Rizvia Subscribe our channel

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا ۔

حکمتِ الٰہیہ کے مطابق افراد اور اقوام پر عروج وزوال آتا رہتا ہے... ربّ تعالیٰ کبھی اپنی رحمت سے بلندی وشوکت عطا فرماتا ہے اور کبھی آزمائش کے لیے پستی وخواری میں مبتلا فرما دیتا ہے۔ یہ بات بھی اہم ہے کہ جو افراد اور قومیں زوال کے دَور میں اسبابِ زوال پر غور کر کے اُنھیں دُور کرنے کی کوشش کریں وہ جلد ہی دوبارہ عروج پالیتی ہیں... لیکن اگر اِس طرف توجّہ ہی نہ کی جائے کہ پستی کی وجوہات کیا ہیں تو دوبارہ عظمت ووقار حاصل کرنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔

مسلمانوں کو عروج کیسے ملا اور اب زوال کیوں ہے؟ اِس کی ظاہری وُجوہات متعدّد ہیں، تاہم حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو بقولِ اقبال ملّتِ اسلامیّہ کی زندگی اور بقا عشقِ رسول ﷺ کے ساتھ ہے۔ اگر یہ دَولت میسّر ہو تو مسلمان زندہ قوم ہوتے ہیں اور جہان پر راج کرتے ہیں... جب اِس سرمائے سے محروم ہو جائیں تو اُن کے دھڑکتے دل حقیقت میں مُردہ ہوتے ہیں اور وہ پستی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

شاعرِ مشرق اقبال علیہ الرحمہ نے افغانستان کے لبرل بادشاہ امیر امان اللہ خان کے نام ایک طویل نظم میں یہ بھی لکھا تھا:

بَر کہ عِشقِ مُصطَفٰی سَامَانِ اُوست　　بَحر و بَرّ دَرِ گوشۂ دَامَانِ اُوست

جسے عشقِ رسول ﷺ کی دَولت مل گئی... اُس کے گوشۂ دامن میں خشکی اور تری (کے تمام خزانے) موجود ہیں

سوزِ صدّیق و عَلِی اَز حَقّ طَلَب　　ذَرّۂ عِشقِ نَبِی اَز حَقّ طَلَب

اللہ تعالیٰ سے دُعا کر کہ وہ تجھے سیدنا صدّیقِ اکبر اور سیدنا حیدرِ کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سوزِ جگر کی خیرات عطا کر دے...

اور باری تعالیٰ سے التجا کر کہ وہ تجھے عشقِ رسول ﷺ کا ایک ذرّہ عطا فرما دے

زَاں کہ مِلّت را حَیَات اَز عِشقِ اُوست　　بَرگ و سَازِ کائنات اَز عِشقِ اُوست

کیونکہ ملّتِ اسلامیّہ کی حیات وبقا عشقِ رسول ﷺ سے ہے... بلکہ ساری کائنات کا حُسن آپ ﷺ کے عشق سے ہے

رُوحِ رَا جُز عِشقِ اُو آرام نیست　　عِشقِ اُو روزیست کُورا شَام نیست

اُن کے عشق کے بغیر روح کو چین نہیں... اُن کا پیار ایسا روشن دن ہے جسے کبھی شام نہیں (اِس اُجالے کے بعد کبھی تاریکی نہیں)

سچے عشقِ رسول ﷺ کی برکت سے پوری دُنیا پر راج کرنے کی شان دار مثال صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا حسین دَور ہے۔ اُن کا اپنے آقا کریم ﷺ سے بے مثال پیار بلاشبہ قیامت تک کے مسلمانوں کو کامیابی کا راستہ دکھاتا رہے گا۔ گزشتہ دو خطباتِ جمعہ میں "صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے طرزِ محبتِ رسول ﷺ" سے حاصل شدہ چار اُصول ذکر کیے گئے،[1] آج بھی اِسی سلسلہ کو آگے بڑھایا جائے گا۔

---

[1] گزشتہ خطبات پڑھنے یا ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے لنک پر کلک کریں: https://drive.google.com/drive/folders/1ZSoflgMgD9SazLrsOniOM6HdKv7C_AJd?usp=sharing

مَحبّت کا تقاضا... شوقِ زیارت وحاضری

صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی مبارک سیرتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سچے عاشقِ رسول کا دل تمنائے زیارت سے مچلتا رہتا ہے اور اُسے یہ فکر دامن گیر ہوتی ہے کہ مرنے کے بعد بارگاہِ اقدس میں خیر سے پیشی ہو۔

صحابہ کو صبح شام دربارِ رسالت مآب ﷺ میں حاضری کا شرف ملتا اور بہت قریب سے چہرۂ پُر نور کی زیارت نصیب ہوتی، اِس کے باوجود اُن کا شوقِ زیارت وحاضری ایسا بے مثال تھا کہ اُس کے تذکرے سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ اُنھوں نے تربیت فرمائی کہ:

i. مسلمان کے دل میں یہ آرزو بھی ہونی چاہیے کہ جاگتے ہوئے یا خواب میں جمالِ جہاں آرا کے دیدار کی سعادت ملتی رہے۔

ii. یہ تمنّا بھی ہونی چاہیے کہ ایمان سلامت لے کر دُنیا سے جاؤں اور حضور ﷺ کے سامنے اِس طرح پیشی ہو کہ مالک راضی ہو جائیں۔

تمنائے دیدار: حضرت اَبُو مَعْمَر عبد اللہ علیہ الرحمہ کہتے ہیں: ہم نے سیدنا خبّاب بن اَرَتّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ نمازِ ظہر اور عصر میں قرآنِ حکیم کی تلاوت فرماتے تھے؟ اُنھوں نے فرمایا: جی ہاں۔ ہم نے پوچھا: آپ کو کیسے معلوم ہو جاتا تھا (ظہر و عصر میں تو آہستہ آواز سے تلاوت ہوتی ہے)؟ اُنھوں نے فرمایا: بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهٖ۔ سرورِ عالم ﷺ کی داڑھی مبارک کی حرکت سے (پتا چلتا تھا کہ آپ تلاوت فرما رہے ہیں)۔ (صحیح بخاری، حدیث: 746)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز میں رِیش مبارک کی حرکت کیسے نظر آتی تھی؟ محدثین نے جواب میں لکھا: وہ دورانِ نماز ٹکٹکی باندھ کر رُخِ انور کی زیارت کیا کرتے تھے، حتّٰی کہ داڑھی مبارک کی جُنبِش بھی اُن کی نظروں میں ہوتی تھی۔[1]

غزوۂ تبوک کے موقع پر سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سستی ہو گئی اور وہ جہاد میں شریک نہ ہو سکے۔ واپسی پر تنبیہ کے لیے آپ ﷺ نے اُن کے ساتھ سلام وکلام ترک کرنے کا حکم فرما دیا، بعد میں اُن کی توبہ قبول ہونے سے متعلق قرآنِ حکیم کی آیتِ کریمہ بھی نازل ہوئی۔ جس وقت اِن کے ساتھ گفتگو سے منع کیا گیا تھا اُس کی کیفیت بیان کرتے ہوئے سیدنا کعب نے فرمایا: مَیں بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر سلام عرض کرتا، (رسول اللہ ﷺ جواب نہیں دیتے تھے؛ کیونکہ اِس سے روکا گیا تھا) دل میں کہتا: هَلْ حَرَّكَ شَفَتَيْهِ بِرَدِّ السَّلَامِ عَلَيَّ أَمْ لَا؟ سرکار ﷺ نے سلام کا جواب دینے کے لیے ہونٹ مبارک کو جنبش دی ہے یا نہیں؟ پھر مَیں آپ ﷺ کے قریب نماز پڑھتا، فَأُسَارِقُهُ النَّظَرَ، فَإِذَا أَقْبَلْتُ عَلَى صَلَاتِيْ أَقْبَلَ إِلَيَّ، وَإِذَا الْتَفَتُّ نَحْوَهٗ أَعْرَضَ عَنِّيْ۔ دورانِ نماز چھپی نظروں / کنکھیوں سے رُخِ انور کی زیارت کرتا، جب مَیں نماز کی طرف متوجّہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ میری طرف نگاہ فرماتے اور جب مَیں آپ ﷺ کی طرف متوجّہ ہوتا تو رُخِ انور پھیر لیتے۔ (صحیح بخاری، حدیث: 4418)

---

[1] وَذٰلِكَ، لِأَنَّهُمْ كَانُوْا يُرَاقِبُوْنَهٗ فِي الصَّلَاةِ حَتّٰى كَانُوْا يَرَوْنَ اضْطِرَابَ لِحْيَتِهٖ مِنْ جَنْبَيْهِ۔ (عمدۃ القاری، تحت الحدیث)

سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کو آتے ہوئے بھی زیارت نصیب ہوتی، پھر جاتے ہوئے بھی شرفِ دیدار پاتے... اِس کے باوجود جذبۂ محبت کا یہ عالَم تھا کہ نماز میں بھی نگاہیں جمالِ یار کی طرف ہی رہتیں۔ یہی جذبہ اُمّت کو سکھاتے ہوئے اقبال علیہ الرحمہ نے کہا:

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام　　میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

دین سے دُوری اور اعمال کی کمزوری کے باوجود آج بھی بے شمار ایسے خوش نصیب ہیں جنھیں تنہائی میں حبانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شوق تڑپاتا اور رُلاتا ہے، اِس ایمانی جذبے کی خود رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف فرمائی ہے۔ سیدنا ابوہُریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مِنْ أَشَدِّ أُمَّتِي لِي حُبًّا نَاسٌ يَكُونُونَ بَعْدِي۔ "میری اُمّت میں میرے ساتھ شدید ترین مَحبّت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے۔" پھر اِن کے جذبۂ محبّت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ رَآنِي بِأَهْلِهِ وَمَالِهِ۔» (صحیح مسلم، حدیث:2832) شارحینِ حدیث نے اِن حسین جملوں کے دو مفہوم بیان فرمائے:

i. "وہ تمنّا کریں گے کہ کاش! اُنھیں میری زیارت و ملاقات نصیب ہوتی تو وہ اپنا مال اور اہل و عیال سب کچھ مجھ پر قربان کر دیتے!"[1]

ii. "اُن کا جذبہ ہو گا کہ اگر دَولت اور اہل و عیال سب کچھ قربان کر کے خواب میں یا جاگتے ہوئے دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہو جائے تو یہ بہت بڑی سعادت ہے!"[2] محدثینِ کرام نے لکھا: یہ سرورِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپ نے ربّ تعالیٰ کے بتانے سے صدیوں بعد پیدا ہونے والے عاشقوں کو بھی جان لیا اور اُن کے دلوں کی کیفیت بھی ارشاد فرمادی۔ (التیسیر بشرح الجامع الصغیر، زیرِ حدیث:1060)

عالِمِ ربّانی پیر سید مہر علی شاہ سیالوی گولڑوی علیہ الرحمہ نے خوب تمنّا سکھائی:

ایہا صورت شالا پیشِ نظر، رہے وقتِ نزع تے روزِ حشر
وِچ قبر تے پُل تھیں جد ہوسی گزر، سب کھوٹیاں تھیسن تد کھریاں

مرنے کے بعد پیشی: جس شخص کا یہ تصوّر پختہ ہو جائے کہ ایک دن مرنے کے بعد بارگاہِ الٰہی اور دربارِ مصطفوی میں پیش ہونا ہے، اُس کا ایمان بھی ترقّی پاتا ہے اور اعمال بھی سنور جاتے ہیں۔

سیدنا ثوبان کا جذبہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اِس قدر شدید محبت تھی کہ دیدار کے بغیر اُنھیں چین نہیں آتا تھا۔ ایک روز وہ بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے تو اُن کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا اور پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا: مَا غَيَّرَ لَوْنَكَ؟ یعنی "تمہارا رنگ کیوں بدلا ہوا ہے؟" عرض کی: يَا رَسُولَ اللهِ! مَا بِي مَرَضٌ

---

[1] يَعْنِي يَتَمَنَّى أَحَدُهُمْ أَنْ يَكُونَ يَفْدِي بِأَهْلِهِ وَمَالِهِ لَوِ اتَّفَقَ رُؤْيَتُهُمْ وَوُصُولُهُمْ إِلَيَّ۔ (مرقاۃ المفاتیح، تحت الحدیث: 6284)

[2] وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ - وَاللهُ أَعْلَمُ - رُؤْيَتَهُ صلى الله عليه وسلم بِالْكَشْفِ يَقْظَةً، كَمَا يَكُونُ لِلْكُمَّلِ مِنَ الْأَوْلِيَاءِ، وَمَنَامًا أَيْضًا كَمَا يَكُونُ لِسَائِرِ الْمُؤْمِنِينَ؛ فَإِنَّ مِنَ الْمُشْتَاقِينَ مَنْ يَتَمَنَّى ذٰلِكَ، وَيَرَى أَنَّ لَوْ كَانَ حَصَلَ لَهُ ذٰلِكَ بِفِدَاءِ أَهْلِهِ وَمَالِهِ بَلْ رُوحِهِ وَجَمِيعِ مَالَهُ لَكَانَ فِيهِ سَعَادَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ (لمعات التنقیح، تحت الحدیث: 6284)

وَلَا وَجَعٌ، غَيْرَ أَنِّيْ إِذَا لَمْ أَرَكَ اسْتَوْحَشْتُ وَحْشَةً شَدِيْدَةً حَتّٰى أَلْقَاكَ۔ یارسول اللہ، صلّی اللہ علیک وسلّم! مجھے کوئی بیماری یا تکلیف نہیں ہے، البتہ جب آپ کی زیارت نہ ہو تو مجھے انتہائی وحشت و پریشانی ہو جاتی ہے، حتّٰی کہ آپ کا دیدار کر کے چین ملتا ہے۔

مزید کہا: ثُمَّ ذَكَرْتُ الْآخِرَةَ فَأَخَافُ أَنْ لَا أَرَاكَ؛ لِأَنَّكَ تُرْفَعُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ، وَإِنِّيْ إِنْ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ كُنْتُ فِيْ مَنْزِلَةٍ أَدْنٰى مِنْ مَنْزِلَتِكَ، وَإِنْ لَمْ أَدْخُلِ الْجَنَّةَ لَا أَرَاكَ أَبَدًا۔ یعنی جب مَیں آخرت کو یاد کرتا ہوں تو یہ خوف آتا ہے کہ کہیں آپ کے دیدار سے محروم نہ رہ جاؤں؛ کیونکہ آپ امام الانبیا ہیں اور بلند ترین مقام پر ہوں گے، مجھے اللہ تعالیٰ نے جنت عطا فرمائی تو بھی آپ کے بلند مقام تک رسائی کہاں! اور جنت سے محروم رہا تو کبھی بھی آپ کا دیدار نہیں کر پاؤں گا!

چنانچہ اُن کی اور دیگر سچے عاشقوں کی تسلّی کے لیے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ أُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ [النساء4:69] ”جو اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم کا حکم مانے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ نے فضل فرمایا، یعنی انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین... اور یہ کتنے اچھے ساتھی ہیں۔“ (تفسیر بغوی، تفسیر خازن، تفسیر قرطبی، تفسیر مظہری، تحت الاٰیۃ)

سیدنا انس کی وارفتگی: امام الانبیا ﷺ کے وصالِ اقدس کے بعد سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کثرت سے آپ ﷺ کو یاد کرتے۔ ایک دن فرمانے لگے: مَیں نے عنبر اور کستوری سمیت کوئی ایسی شے نہیں سونگھی جس کی مہک رسول اللہ ﷺ کی پاکیزہ خوشبو سے عمدہ ہو... اور مَیں نے موٹے و باریک ریشم سمیت کوئی ایسی شے نہیں چھوئی جو آقا کریم ﷺ کے جسم مبارک سے زیادہ نرم ہو۔

اندازِ محبّت کو دیکھ کر حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے: آپ کی کیفیت تو ایسے ہے کہ گویا آپ اِس وقت رحمتِ عالَم ﷺ کو دیکھ رہے ہیں اور آپ کی مبارک آواز سُن رہے ہیں! سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بَلٰى وَاللّٰهِ! إِنِّيْ لَأَرْجُوْ أَنْ أَلْقَاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. فَأَقُوْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! خُوَيْدِمُكَ۔ کیوں نہیں! (یہی کیفیت ہے) اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے اُمّید ہے کہ میری روزِ قیامت آقا کریم ﷺ سے ملاقات ہو گی تو مَیں عرض کروں گا: یارسول اللہ، صلّی اللہ علیک وسلّم! آپ کا ادنٰی خادم انَس حاضر ہے۔ مزید فرماتے: خَدَمْتُهُ عَشْرَ سِنِيْنَ بِالْمَدِيْنَةِ وَأَنَا غُلَامٌ۔ یعنی مجھے یہ اِعزاز حاصل ہے کہ مَیں نے بچپن میں دس سال مدینہ منوّرہ کی پُرنور فضاؤں میں رہتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی ہے۔ (مسند احمد، حدیث: 13317، قال الأرنؤوط: اسنادہٗ صحیح علی شرط مسلم)

اُنھوں نے ایک مرتبہ عرض کی تھی: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! خُوَيْدِمُكَ أَنَسٌ، اِشْفَعْ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ! یارسول اللہ! قیامت کے دن اپنے ادنٰی خادم انَس کی شفاعت فرمایئے گا! آپ ﷺ نے فرمایا تھا: أَنَا فَاعِلٌ۔ مَیں شفاعت کروں گا۔ پھر آپ ﷺ نے اُنھیں یہ بھی بتایا تھا کہ تمہارے ساتھ پُل صراط یا میزان یا حوضِ کوثر کے پاس ملاقات ہو گی۔ (جامع ترمذی: 2433۔ تاریخ کبیر للبخاری: 8/453)

محبت کا تقاضا... اطاعتِ رسول ﷺ

صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی تربیت کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ مَحبّتِ رسولِ کریم ﷺ کے دعوٰی میں سچا وہ ہے جو دل و جان سے محبوبِ مکرّم ﷺ کی اِطاعت و پیروی بھی کرے۔

بات کہنا آسان، مگر اُسے نبھانا مشکل ہوتا ہے۔ محبتِ رسول ﷺ کا دعوٰی آسان ہے، خود کو عاشقِ رسول ﷺ کہنے میں کوئی مشکل نہیں... مگر محبت کا حُسن یہی ہے کہ پیار کرنے والا ویسا ہی بن جائے جیسا اُس کا محبوب چاہتا ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ امام الانبیا ﷺ نے فرمایا: «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ۔» ”تم میں سے کوئی اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اُس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائے۔“
(”السنة“ لابن أبي عاصم، الحديث: 15۔ ”شرح السنة“ للبغوي، الحديث: 104۔ ”نوادر الأصول في أحاديث الرسول ﷺ“ للحكيم، ج:4، ص:164) اگر انسان شرعی احکام کو اچھا اور ممنوعات کو بُرا نہ سمجھے تو مومن ہی نہیں اور اپنی چاہت پر عمل سے پہلے شریعت کا لحاظ نہ کرے تو اُسے کامل ایمان نصیب نہیں۔

جہاں تھے وہیں بیٹھ گئے: ایک دن رسول اللہ ﷺ خطبہ اِرشاد فرما رہے تھے، اِس دوران آپ نے (مسجد میں موجود حضرات کو) فرمایا: اِجْلِسُوْا! ”بیٹھ جاؤ!“ شاعرِ دربارِ نبوی سیدنا عبد اللہ بن رَواحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کانوں میں جب یہ مبارک آواز پڑی تب ابھی وہ مسجد میں نہیں پہنچے تھے، لیکن اُنھوں نے حکم پر عمل کرنے میں ایک لمحہ کی تاخیر بھی گوارا نہ کی اور مسجد سے باہَر ہی جہاں تھے وہیں بیٹھ گئے، پھر خطبہ مکمّل ہونے کے بعد مسجد میں حاضر ہوئے۔ جب نبیِ کریم ﷺ کی بارگاہ میں اُن کی فرماں برداری کا حسین انداز ذکر کیا گیا تو زبانِ نبوی سے یہ مبارک الفاظ ادا ہوئے: زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا عَلٰى طَوَاعِيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَطَوَاعِيَةِ رَسُوْلِهٖ۔
یعنی ”اللہ کریم اِطاعتِ خداوندی اور اتباعِ مصطفوی کے تمہارے شوق میں مزید اِضافہ فرمائے!“
(دلائل النبوّة للبيهقي، ج:6، ص:257، قال العسقلاني في الإصابة: أخرج البيهقي بسند صحيح، ج:4، ص:73)

تقریباً یہی عمل ایک موقع پر سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بھی کیا، تب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:
تَعَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ! ”عبد اللہ بن مسعود! آپ (مسجد کے اندر) آجائیے!“ (سنن ابو داؤد، حدیث: 1091)

اگرچہ سیدنا عبد اللہ بن رواحہ اور سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما دونوں ہی سمجھتے تھے کہ بیٹھنے کا حکم ہمیں نہیں دیا، مسجد والوں کو دیا ہے... اِس کے باوجود دونوں حضرات نے اُسی جگہ بیٹھ کر حقیقت میں اُمّت کی تربیت فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ کے حکمِ عالی کی خلاف ورزی کرنا تو دُور کی بات ہے، اُمتّی کو یہ بھی نہیں جچتا کہ وہ عمل درآمد کرنے میں معمولی تاخیر کرے۔

وعدہ کو نبھانا: اِس اُمّت کے یوسف سیدنا جَرِیر بن عبد اللہ بَجَلی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اپنے خادم کے ہمراہ سواری خریدنے کے لیے بازار تشریف لے گئے۔ ایک گھوڑا پسند آیا تو خادم کو اُس کے مالک کے ساتھ بات کرنے کے لیے بھیجا، خادم نے گھوڑے کے مالک کو 300 درہم کی پیشکش کی اور سودا مکمّل کرنے کے لیے اُسے سیدنا جریر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے پاس لے آیا۔ آپ نے گھوڑا دیکھا تو بیچنے والے کو فرمایا: فَرَسُكَ خَيْرٌ مِنْ ذٰلِكَ، تَبِيعُهُ بِخَمْسِ مِائَةٍ؟ یعنی تمہارا گھوڑا بہتر ہے، اِس کا ریٹ 300 درہم نہیں بنتا، 500 درہم میں بیچو گے؟ آپ ثمن میں مسلسل اِضافہ کرتے رہے اور 700 یا 800 درہم میں گھوڑا خرید لیا (پاکستانی کرنسی کے مطابق کئی لاکھ روپے ثمن زیادہ دیا)۔ بعد میں آپ نے کم بھاؤ لگانے پر اپنے خادم سے ناراضی کا اِظہار بھی کیا۔ جب پوچھا گیا کہ خریدار توریٹ کم کرواتا ہے، آپ نے اِضافہ کیوں کیا؟ تو فرمانے لگے: بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ۔ یعنی رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے میری بیعت اِس شرط پر قبول فرمائی تھی کہ مَیں ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں گا، چنانچہ مَیں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ کیا ہوا وعدہ نبھانے کے لیے ایسا کیا ہے۔

(المعجم الکبیر، ج:2، ص:334، رقم:2395۔ شرح صحیح مسلم للنووی، زیرِ حدیث:56)

سیدنا جَرِیر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے اِس حسین عمل کی روشنی میں ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ اگر آقا کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حکم پر عمل کے لیے ہمیں مال کو قربان کرنا پڑے تو ایسا کرتے ہیں؟ نیز کیا ہم بھی اِسی طرح دوسرے مسلمانوں کی خیر خواہی کرتے ہیں؟ حالانکہ نصیحتِ مسلم اِس قدر اہم ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سیدنا جَرِیر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی بیعت اِسی شرط پر قبول فرمائی تھی۔

خواتین کا جذبۂ اطاعت: بدری صحابی سیدنا ابو اُسَید مالک بن رَبیعہ انصاری رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبیِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مسجد سے باہَر رونق افروز ہو کر لوگوں سے کلام فرما رہے تھے، آپ کی گفتگو سننے کے لیے (رش کے سبب) مَرد و خواتین مخلوط ہو گئے۔[1]

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خواتین کو مخاطَب کر کے فرمایا: اِسْتَأْخِرْنَ، فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكُنَّ أَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيقَ، عَلَيْكُنَّ بِحَافَاتِ الطَّرِيقِ۔ ”پیچھے رہو! تمہارے لیے راستے کے درمیان میں چلنا مناسب نہیں، تم پر لازم ہے کہ راستے کے کناروں پر چلو۔“

راوی کہتے ہیں: فَكَانَتِ الْمَرْأَةُ تَلْتَصِقُ بِالْجِدَارِ حَتّٰى إِنَّ ثَوْبَهَا لَيَتَعَلَّقُ بِالْجِدَارِ مِنْ لُّصُوْقِهَا بِهٖ۔ یعنی پھر صحابیات (حکمِ نبوی پر عمل کرنے کے لیے) دیواروں کے ساتھ ساتھ چلتی تھیں، حتّٰی کہ بعض اوقات دیوار کے زیادہ قریب ہونے کی وجہ سے اُن کا کپڑا دیوار کے ساتھ اٹک جاتا۔ (سنن ابو داوٗد، حدیث:5272)

حدیثِ مبارک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی طرح صحابیات رضی اللہ تعالٰی عنہن بھی اطاعت و اتّباع کے جذبہ سے یوں سرشار تھیں کہ ایک مرتبہ جو حکم دیا جاتا عمر بھر اُس پر عمل پیرا رہتیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مَردوں اور خواتین کے مخلوط طور پر جمع ہونے سے آقا کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے منع فرمایا ہے۔ اُمّتوں میں سب سے زیادہ پاکیزہ قلوب والوں کو اجازت نہیں تو ہم کہاں!

---

[1] فَاخْتَلَطَ الرِّجَالُ مَعَ النِّسَاءِ: أَيْ يُكَلِّمُ النَّاسَ وَيَدْعُوْهُمْ إِلَى الْأَحْكَامِ، فَاخْتَلَطَ لِسَمَاعِ كَلَامِهِ النَّاسُ فِي الطَّرِيقِ۔ (لمعات التنقیح)

حکم سنتے ہی فوج کی واپسی: سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ سلطنت میں رُومی حکومت کے ساتھ کچھ عرصہ کے لیے جنگ بندی کا معاہدہ کیا۔ جب معاہدہ ختم ہونے کا وقت قریب تھا تو آپ نے حکمتِ عملی کے تحت اسلامی لشکر کو حکم دیا کہ وہ تیاری کر کے رُومی سرحد کے قریب پہنچے؛ تاکہ معاہدہ ختم ہوتے ہی جہاد شروع کر دیا جائے۔

فوج رُومی سرحد کے قریب پہنچ چکی تھی، جنگی تیاری بھی مکمّل تھی، اِس دوران ایک صحابی سیدنا عَمرو بن عَبَسہ رضی اللہ عنہ اُن کے پاس تشریف لائے اور کہا: اَللّٰهُ أَكْبَرُ! وَفَاءٌ لَا غَدْرٌ۔ "اللہ اکبر! معاہدہ پورا کیا جائے، بدعہدی نہ کی جائے۔" سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اِس بارے میں پوچھا تو وہ کہنے لگے: مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَحُلَّنَّ عَهْدًا وَلَا يَشُدَّنَّهُ [1] حَتّٰى يَمْضِيَ أَمَدُهُ أَوْ يَنْبِذَ إِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ۔ یعنی "جس کا کسی قوم سے عہد ہو تو وہ معاہدے میں کوئی تبدیلی نہ کرے، حتّٰی کہ اُس کی مدت گزر جائے یا اُنھیں برابری پر بتادے (مجبورًا معاہدہ ختم ہونے کی خبر دے دے)۔

راوی کہتے ہیں: فَرَجَعَ مُعَاوِيَةُ بِالنَّاسِ۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث مبارک سنتے ہی پورا لشکر لے کر واپس روانہ ہو گئے۔

(جامع ترمذی، حدیث: 1580۔ سنن ابوداؤد، حدیث: 2759)

واضح سی بات ہے کہ یہ لشکر کشی اسلامی جہاد کے لیے تھی، پھر ایسے موقع پر فوج کو واپس بلانا بظاہر حکمتِ عملی کے خلاف اور نہایت مشکل فیصلہ تھا، مگر جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سنا تو فوج کو واپسی کا حکم دیتے ہوئے زبان حال سے کہا: سارے مفادات آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر قربان ہیں۔

انگوٹھی پھینک دی: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی اُنگلی میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اُسے اُتار کر پھینک دیا اور فرمایا: يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ إِلٰى جَمْرَةٍ مِّنْ نَّارٍ فَيَجْعَلُهَا فِيْ يَدِهٖ؟ "کیا تم میں سے کوئی آگ کا انگارہ لے کر اُسے اپنی انگلی میں ڈال لیتا ہے؟" یعنی مَرد کے لیے سونا پہننا گویا جہنم کی چنگاری کو اپنے ہاتھ میں لینا ہے۔

نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو اُن صحابی سے کہا گیا: خُذْ خَاتَمَكَ، اِنْتَفِعْ بِهٖ۔ اپنی انگوٹھی اٹھالو اور (بیچ کر یا اپنی کسی عزیزہ کو دے کر) اِس سے فائدہ حاصل کرو۔ اُنھوں نے بہت ایمان افروز جواب دیا: لَا، وَاللّٰهِ لَا آخُذُهٗ أَبَدًا وَّقَدْ طَرَحَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔ نہیں، قسم بخدا! میں اُسے کبھی نہیں اُٹھاؤں گا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے دستِ مبارک کے ساتھ میری اُنگلی سے اُتار کر) اُسے پھینک دیا ہے۔ (صحیح مسلم، حدیث: 2090)

شرعی مسئلہ ہے کہ مَرد کے لیے صرف چاندی کی ایک ایسی انگوٹھی پہننا جائز ہے جو ساڑھے چار ماشے سے کم ہو اور اُس میں ایک نگینہ ہو۔

---

[1] وَهٰذِهِ الْجُمْلَتَيْنِ عِبَارَةٌ عَنِ التَّغْيِيْرِ۔ (لمعات التنقیح، تحت الحدیث: 3980)

حرفِ آخر... سچی محبّت کی پہچان اور وجہِ زوال

اُمّت کا دَرد رکھنے والے حقیقت شناس مفکرین نے ہر دَور میں یہ پیغام دیا ہے کہ ملّتِ اسلامیّہ کی زندگی اور بقا عشقِ رسول ﷺ کے ساتھ ہے۔ اگر یہ دَولت میسّر ہو تو مسلمان زندہ قوم ہوتے ہیں اور جہان پر راج کرتے ہیں... لیکن خدانخواستہ اِس سرمائے سے محروم ہو جائیں تو اُن کے دھڑکتے دل حقیقت میں مُردہ ہوتے ہیں اور پستی اُن کا مقدّر بن جاتی ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عروج اور بے سَر و سامانی کے عالَم میں دُنیا کی بڑی طاقتوں کو شکست دینا اِس کا واضح ثبوت ہے۔ وہ ایسے سچے عاشقانِ رسول تھے کہ قرآن و سنت میں اُن کے جذبۂ محبّت کی تحسین فرمائی گئی اور اُن سے ایمانیات سیکھنے کا حکم فرمایا گیا۔

آخری تین خطبات میں عشقِ رسول ﷺ سے متعلق چھ اصول ذکر کیے گئے، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

1) صحابہ نے تربیت فرمائی ہے کہ سچے عاشقِ رسول کو تعظیمِ مصطفیٰ کریم ﷺ کا پیکر ہونا چاہیے۔ جانِ عالَم ﷺ کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے بہترین الفاظ کا چناؤ کرے اور انداز بھی ادب سے بھرپور ہو۔

آئے روز سوشل میڈیا پر ایسے کلپس وائرل ہوتے ہیں جن میں مذہبی لبادہ اوڑھ کر فتنہ پرور لوگ غیر محتاط طریقے سے دین کی تشریحات کرتے ہیں، پھر جب لوگوں کا دباؤ بڑھتا ہے تو اپنے بیان سے معافی مانگ لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہیے؛ کیونکہ بارگاہِ رسالت کی ادنیٰ گستاخی سے عمر بھر کے اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔

2) اُسوۂ اصحاب سے یہ بھی راہ نمائی ملتی ہے کہ حقیقی عاشقِ رسول کو سیرتِ طیبہ کے بارے میں جان کر کثرت سے حُسن و جمالِ مصطفیٰ کریم ﷺ کا تذکرہ کرنا چاہیے۔

3) صحابۂ ذی شان علیہم الرضوان کا کردار راہ نمائی کرتا ہے کہ محبِّ صادق کو اپنے آقا کریم ﷺ کی آمد پر شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے خوب خوشی کا اظہار کرنا چاہیے۔

4) سیرتِ صحابہ سے یہ بات بھی واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ عشقِ رسالت مآب ﷺ میں سچا ہونے کا تقاضا ہے کہ انسان اپنی طاقت کے مطابق دینِ اسلام کی خدمت کرے؛ کیونکہ آقا کریم ﷺ نے عمر بھر اِس دین کی سربلندی کے لیے کوشش فرمائی ہے۔

5) صحابہ نے یہ بھی تعلیم فرمایا ہے کہ پیار کے دعوٰی میں سچا وہ ہے جو محبوبِ مکرّم ﷺ کے جمالِ جہاں آرا کی زیارت کا مشتاق رہے۔ ظاہر ہے کہ شوقِ دیدار سے سرشار اُمّتی نافرمانی اور گناہ کے قریب نہیں جاتا؛ کہیں ایسا نہ ہو کہ نافرمانی کی نحوست سے ترستا رہ جاؤں اور کہا جائے کہ گناہوں سے بھری یہ آنکھیں جلوۂ یار کے قابل نہیں ہیں۔

6) جس طریقے سے صحابہ نے رحمتِ عالَم ﷺ کے احکام پر عمل کیا ہے اُس سے قیامت تک راہِ عشق کے مسافروں کو یہ پیغام ملتا رہے گا کہ اطاعت و غلامی کے بغیر عاشقِ رسول ہونے کے دعوٰی میں حُسن نہیں ہے۔ سچا عاشق ویسا ہی بن کر رہتا ہے جیسا اُس کے محبوب

کو پسند ہو۔ محبت کے اِس اُصول پر عمل کرتے ہوئے اطاعتِ خدا واتّباعِ مصطفیٰ ﷺ کرنے والوں کو ربِّ کریم نے قرآنِ حکیم میں یہ خوش خبری عطا فرمائی ہے کہ اُنھیں انبیا، صدّیقین، شہدا اور صالحین کی سنگت نصیب ہو گی۔ یقیناً یہ بہت بڑا اِعزاز ہے۔

اِس وقت اُمّتِ مسلمہ جس کرب میں مبتلا ہے اُس پر ہر دردِ دل رکھنے والا مسلمان خون کے آنسو روتا ہے۔ غزّہ کی حالت تباہی سے بھی اگلی حد پر ہے اور یہ سلسلہ ابھی رُکا نہیں کہ اسرائیلی خون خوار درندے بھاری ہتھیاروں کے ساتھ لبنان پر بھی حملہ آور ہو چکے ہیں۔ دوسری طرف مسلم حکمران فقط مذمّت کرنے کو کافی سمجھ رہے ہیں اور عملی طور پر کوئی قدم اُٹھانے کے لیے تیار نہیں۔

اقبال علیہ الرحمہ بھی اُمّت کی زبوں حالی پر نہایت افسردہ تھے۔ ایک نظم میں اُنھوں نے کہا:

شَبے پیشِ خُدا بُگُرِیستَمْ زارُ
مُسلماناں چِرا زارَند و خَوارَنْدُ

ایک رات میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زار و قطار رو کر التجا کی: یا اللہ! مسلمان کیوں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں؟

نِدا آمَدْ نَمِیْ دَانیْ کہ ایں قومْ
دِلے دارَند و مَحْبُوبے نَدارَنْدُ

تو ندا آئی: تمھیں معلوم نہیں کہ اِن کے پاس دل تو ہیں، مگر اُن میں محبوب (کا عشق) نہیں ہے۔

شرعی مسئلہ: کسی شخص کی وفات اور اُس کے بعد والے دو (سوگ کے تین) دنوں میں بطورِ دعوت کھانے کا اہتمام کرنا ناجائز و ممنوع اور بدعتِ سیئہ ہے؛ کیونکہ دعوت خوشی کے موقع پر ہوتی ہے، نہ کہ وفات کے موقع پر، بلکہ تین دنوں کے بعد بھی موت کی نیت سے دعوت کرنا ممنوع ہے۔ یہ دعوت کا کھانا فقرا کھا سکتے ہیں، مال داروں کے لیے یہ کھانا جائز نہیں۔

اِس موقع پر ایصالِ ثواب کے لیے کھانے کا اہتمام جائز ہے، بہتر ہے کہ یہ کھانا محتاج لوگ ہی کھائیں، تاہم مال داروں کے لیے ممنوع نہیں... البتہ بزرگوں کے ایصالِ ثوب کے لیے جو لنگر کا اہتمام کیا جاتا ہے وہ سب کے لیے باعثِ برکت ہے۔

(فتاوٰی رضویہ، ج:9، ص:614، 662، 667، 673)

اگر اللہ تعالیٰ نے مالی طور پر وُسعت دی ہے تو جتنی رقم دعوت پر خرچ کرنی ہے وہ کسی دینی اِدارے میں یا مستحق رشتہ داروں کو یا کسی اور اچھے کام کے لیے پیش کر دیں۔

اللہ تعالیٰ میلادِ مصطفیٰ کریم ﷺ کے طفیل تمام اُمّتِ مسلمہ کی جملہ پریشانیاں دُور فرمائے، مظلوموں کی مدد فرمائے، خصوصًا اہلِ غزہ کو اِعانت ونُصرت سے نوازے اور اسرائیل کو اتحادیوں سمیت تباہ وبرباد فرمائے اور اُمّت کو دینی غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے غزہ کے مظلوموں کے ساتھ عملی طور پر تعاون کرنے کی توفیق عطا کرے!

خالقِ کائنات ہمیں اپنے آقا کریم ﷺ کے ساتھ سچی محبت سے وافر حصہ عطا کرے! اور اُس کے تقاضے پورے کرنے کی سعادت سے بھی بہرہ مند فرمائے۔

ربِّ کریم پاکستان کو تمام بحرانوں سے نجات دے اور تمام خطرات سے محفوظ رکھے اور حکمرانوں کو ملک وقوم کا خیر خواہ بنائے!

آمین بجاہ النبیِّ الکریم ﷺ!